غلط خبریں پھیلانے کی وبا!

مفتی سید انور شاہ
استاذ جامعہ بیت السلام، کراچی

سوشل میڈیا نے جہاں رابطوں کو عام، تعلقات کے دائرے کو وسیع اور مسافت کے پیمانے کو بدل کر ہر شخص کو کہنے، لکھنے کا موقع فراہم کیا ہے، وہاں جھوٹ، الزام تراشی اور غلط خبریں پھیلانے کی وبا بھی انتہائی عام اور آسان ہوگئی ہے۔ اس سے قبل تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ دنیا کے کسی بھی گوشے میں ہونے والا واقعہ سوشل میڈیا کے ذریعے سیکنڈوں میں دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے۔ خطرناک اور افسوسناک بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر کسی بھی خبر یا افواہ کو تحقیق سے بھی پہلے پوری دنیا میں نشر کیا جاتا ہے۔ معلومات درست ہوں یا غلط، کوئی اس جھنجھٹ میں پڑتا ہی نہیں۔

اردو میں مشہور ضرب المثل ہے کہ ''جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے'' مگر اب سوشل میڈیا کے ذریعے اس کے ایسے پر نکل آئے ہیں، جس نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ہمارے ماحول میں زندگی کا کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں رہا: چھوٹے بھی، بڑے بھی، امیر بھی، فقیر بھی، رئیس بھی، مزدور بھی، خوش حال بھی، مفلس بھی، عالم بھی، جاہل بھی، نامور بھی، گمنام بھی، تعلق دار بھی، رعایا بھی، مجسٹریٹ بھی اور چپڑاسی بھی، مذہبی اور سیاسی اختلاف رکھنے والے بھی نیچے سے اوپر تک اس وبا کا شکار نظر آتے ہیں۔ کھلا جھوٹ تو ایسی چیز ہے جسے ہر شخص برا سمجھتا ہے، اس میں مسلمان اور کافر کی بھی قید نہیں، ان سے بھی اگر پوچھا جائے کہ جھوٹ بولنا کیسا ہے؟ تو یقیناً ان کا جواب بھی یہی ہوگا کہ بہت برا ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کو جب کبھی اپنے کردار کی درستگی کا خیال آئے گا تو وہ جھوٹ سے بھی توبہ کرلیں گے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ دورِ حاضر میں جھوٹ کی بہت سی ایسی صورتیں تیزی سے وجود میں آگئی ہیں، جنہیں بہت سے لوگ جھوٹ سمجھتے ہی نہیں، لہٰذا انہیں یہ خیال ہی نہیں آتا کہ ان سے کوئی غلط کام سرزد ہو رہا ہے، حالانکہ اسلام نے تو ان چور دروازوں کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جہاں سے انسان کی نفسانی خواہشات حیلے بہانے تلاش کرسکتی ہیں۔

نفسِ انسانی کی ایک فطرت یہ ہے کہ جس برائی کا الزام وہ براہِ راست اپنے سر نہیں لینا چاہتا، اسے کسی اور شخص کے کندھے پر رکھ کر انجام دینے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ مقصد بھی حاصل ہو جائے اور اپنے اوپر حرف بھی نہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے سلسلے میں انسان کی اس نفسانی کیفیت کو نہایت لطیف اور بلیغ پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''إحياء العلوم'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے: ''بِئس مطيّة الكذب زَعَمُوا'' جھوٹ کی بدترین سواری یہ فقرہ ہے کہ ''لوگ یوں کہتے ہیں۔'' مطلب یہ ہے کہ جو لوگ براہِ راست جھوٹ بولنے سے کتراتے ہیں، وہ بے بنیاد اور بے تحقیق باتیں لوگوں کے سر پر رکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ: ''لوگ تو یوں کہتے ہیں: ''لوگوں میں یہ بات مشہور ہے''؛ ''لوگوں کا کہنا تو یہ ہے۔'' یہ وہ جملے اور فقرے ہیں جو جھوٹ کے الزام سے بچنے کے لیے ایک ڈھال کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ جھوٹ جو اپنے پاؤں چل کر نہیں پھیل سکتا، اس قسم کے فقروں پر سوار ہو کر پھیل جاتا ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقرے کو ''جھوٹ کی سواری'' قرار دیا۔

یہ تو ایک لطیف اور استعاراتی پیرائے کا بیان تھا جو حقائق پر نگاہ رکھنے والوں کے لیے بڑا مؤثر اور دل میں اُتر جانے والا ہے، لیکن اسی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں بالکل سادہ اور عام فہم الفاظ میں بھی ارشاد فرمایا جسے ہر شخص ہی سمجھ جائے، فرمایا: ''كفى بِالمرءِ كَذِباً أن يُحدِّثَ بكُلّ ما سَمِعَ''، ''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ ہر وہ بات دوسروں کو سنانے لگے جو اس نے کہیں سے بھی سن لی ہو۔''

دونوں ارشادات کا منشا اور مقصد درحقیقت یہ بتانا ہے کہ ایک سچے مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ہر کچی پکی بات جو کہیں سے اُڑتی ہوئی ہاتھ آ گئی، اسے آگے چلا دے۔ یاد رکھیے! اس سے افواہیں جنم لیتی ہیں، جھوٹی باتیں معاشرے میں پھیلتی ہیں اور متضاد افواہوں کے گرد وغبار میں حقیقت کا چہرہ مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔

قرآن کریم نے بھی ایسی بے تحقیق افواہیں پھیلانے کی پرزور مذمت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ منافقین کا وطیرہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان ایسی افواہیں پھیلاتے رہتے تھے جن سے لوگوں میں بے چینی اور تشویش پیدا ہوتی تھی اور دشمنوں کو فائدہ پہنچتا تھا۔ قرآن کریم نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

''وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ'' (سورۃ النساء: ۸۳)

’’جب بھی امن یا خوف (جنگ) کے بارے میں انہیں کوئی بات پہنچتی ہے، وہ اسے پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، اگر وہ اسے (پھیلانے) کے بجائے پیغمبر تک اور ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے تو وہ لوگ اس کی حقیقت جان لیتے جو اس کی کھود کر (تحقیق) کر سکتے ہیں۔‘‘

قرآن وسنت کے ان ارشادات سے اسلام کا جو مجموعی مزاج سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات کی مناسب تحقیق نہ ہو جائے، اس وقت تک اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا یا پھیلانا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی بے تحقیق بات کو پورے وثوق اور یقین سے بیان کرے تب تو ظاہر ہے کہ وہ خلافِ واقعہ اور غلط بیانی کے ذیل میں آتا ہے، لیکن اگر بالفرض وثوق کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے ’’لوگ کہتے ہیں‘‘ جیسے فقرے کا پردہ اور آڑ لے کر بیان کرے، لیکن مقصد یہی ہے کہ سننے والے اسے سچ باور کرلیں، تب بھی مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ایسا کرنا جائز نہیں۔

دراصل اسلام کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد بن کر زندگی گزارے۔ اس کے منہ سے جو بات نکلے، وہ کھری اور سچی بات ہو اور وہ اپنے کسی قول وفعل سے غیر ذمہ داری کا ثبوت نہ دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ‘‘ (سورۂ ق: ۱۸)

انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے، اسے محفوظ رکھنے کے لیے ایک نگہبان ہر وقت تیار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ جو بات وہ زبان سے نکال رہا ہے، وہ فضا میں تحلیل ہو کر ختم ہو جاتی ہے، بلکہ منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کہیں ریکارڈ ہو رہی ہے، اور آخرت میں اس سارے ریکارڈ کا ہر شخص کو جواب دینا ہوگا۔

ان تمام تر اسلامی تعلیمات اور تاکیدات کے باوجود ہم اتنے بے قابو ہو چکے ہیں کہ ہمیں ذمہ داری کا ذرہ برابر احساس ہی نہ رہا۔ اور ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ کہیں سے بھی کوئی اُڑتی ہوئی بات ہاتھ آ گئی، اسے تحقیق کے بغیر دوسروں تک پھیلانے اور پہنچانے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کرتے، اور بے دھڑک ایک دوسرے کو اس طرح کی باتیں بھیج دیتے ہیں، جس کی وجہ سے فضا میں ہر وقت افواہوں کا ایک طوفان اور سیلاب برپا رہتا ہے۔

ابھی حال ہی میں سوشل میڈیا پر صحافیوں کی ایک فہرست جاری ہوئی اور واٹس اپ کے مختلف گروپوں میں نشر ہوتی رہی، بغیر ثبوت اور تحقیق کے ان صحافیوں کے متعلق اس میں کہا گیا تھا کہ: ’’یہ سب قادیانی ہیں۔‘‘ کئی حضرات سادگی میں اسے کارِ خیر سمجھ کر عام کرتے رہے، جبکہ ان ناموں میں کئی حضرات ایسے تھے جنہوں نے خود قادیانیت کے خلاف کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں سیاسی اختلاف رکھنے والے کارکنوں کی حالت ناقابلِ بیان ہے۔

کچھ دن پہلے سوشل میڈیا کے ایک نیٹ ورک میں ایک عالم کے متعلق یہ کہا گیا کہ انہوں نے پینتالیس لاکھ کی لسی نوش فرمائی ہے، کئی لوگ اسے سچ مچ سمجھ کر تبرا کر رہے تھے۔ یوں تو ہر قسم کی خبر میں احتیاط اور ذمہ داری کی ضرورت ہے، لیکن جس چیز کے نتیجے میں کسی دوسرے پر کوئی الزام لگتا ہو، اس میں تو احتیاط کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے، کیونکہ اس سے کسی دوسرے انسان کی عزت وآبرو کا مسئلہ وابستہ ہے۔

اور بلاتحقیق افواہوں کی بنیاد پر کسی انسان کی عزت کو مجروح کرنا صرف جھوٹ ہی نہیں، بہتان بھی ہے، اور حقوق العباد میں سے ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرناک اور سنگین جرم ہے، لیکن ہمارے موجودہ ماحول میں کسی شخص پر کوئی الزام عائد کرنا ایک کھیل بن کر رہ گیا ہے، جس میں کسی تحقیق اور ذمہ داری کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ بالخصوص اگر کسی شخص سے ذاتی، جماعتی یا سیاسی اختلاف ہو تو اس کی غیبت کرنا، اس پر بہتان باندھنا اور اسے طرح طرح سے بے آبرو کرنا بالکل جائز اور حلال سمجھ لیا گیا ہے۔

جھوٹ کی اس وبا نے غلط بیانی اور بہتان طرازی کی برائی دلوں سے نکال دی ہے، اور ہر غیر ذمہ دار شخص کو یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ وہ بے بنیاد سے بے بنیاد بات بے دھڑک معاشرے میں پھیلا دے۔

نیز اس صورت حال میں ایک انتہائی خطرناک بات یہ بھی ہے کہ غلط الزامات کے سیلاب میں حقیقی مجرموں کو فی الجملہ پناہ مل گئی ہے، یعنی جو لوگ واقعی خطا کار اور بدعنوان ہیں، انہیں بدنامی کا زیادہ خطرہ باقی نہیں، اس لیے وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر کوئی خبر ہماری بدعنوانی کے بارے میں اُڑی تو وہ اسی طرح مشکوک سمجھی جائے گی، جیسے اور بہت سی بے تحقیق باتوں کو سنجیدہ لوگ مشکوک سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، چنانچہ بدعنوان افراد آرام سے بدعنوانیوں میں ملوث رہتے ہیں اور بہت سے بے گناہوں کے دامن پر داغ لگ جاتا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے معاشرے میں غیر ذمہ دارانہ باتیں بے حد پھیل گئی ہیں، لیکن مسئلہ اس صورت حال کی مذمت کرتے رہنے سے حل نہیں ہو سکتا، جب تک ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اسے تبدیل کرنے کا پختہ عزم نہ کرے۔ دوسروں پر نہ سہی، لیکن ہر شخص کو اپنے آپ پر مکمل اختیار حاصل ہے، جسے کام میں لائے بغیر یہ صورت حال تبدیل نہ ہوگی۔

(نوٹ: واضح رہے کہ اس مضمون میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ذکر وفکر سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....